بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لے کے ناں میں سوہنڑے رب دا کراں کلام بیان
مہر محبت کرنے والا اُچا اُسدا ناں

گوجری کے
لِسانی و ادبی مطالعے

(متفرق مضامین)

مصنف
پروفیسر محمد نذیر مسکینؔ

گوجری کے

لِسانی و ادبی مطالعے

(متفرق مضامین)

مصنف

پروفیسر محمد نذیر مسکینؔ

گندھارا ہندکو اکیڈمی، پشاور

جملہ حقوق بحق گندھارا ہندکو اکیڈمی محفوظ اُن

نام کتاب	**گوجری کے لسانی و ادبی مطالعے**
مصنف	**پروفیسر محمد نذیر مسکین**
موضوع	**گوجری ادب**
کمپوزنگ	**پروفیسر محمد نذیر مسکین**
سرورق	**ثاقب حسین**
سال اشاعت	**2017ء**
اہتمامِ اشاعت	**محمد ضیاءالدین، چیف ایگزیکٹو کمیٹی، جی ایچ اے**
جی ایچ اے اشاعت حوالہ	**F.160/17**
قیمت	**500روپے**
مطبع	**گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور**
پرنٹر	**جی ایچ اے لیزر پرنٹنگ، پشاور**
ISBN No.	**978-969-687-149-1**
ملڑیں دا پتہ	**گندھارا ہندکو اکیڈمی، 2 چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن پشاور**

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

2۔ چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن، پشاور
091-9218164,9218165
www.gandharahindko.com

انتساب

اپنے باذوق اور باصلاحیت استاد
پروفیسر خواجہ خورشید احمد کے نام

فہرست

نمبرشمار	عنوانات	صفحات
1	محمد ضیاء الدین	6
2	گوجری: ایک تعارف	7
3	گوجری کا شعری مزاج	14
4	گوجری املا	18
5	جدید گوجری ادب کا اِحیاء	27
6	فضل حسین: ایک شخص ایک تحریک	34
7	مولانا اسماعیل ذبیح	39
8	رحمتاں کی رُت: بیاضِ آرزو	48
9	انوکھیں ریت: تنقیدی مطالعہ	54
10	متاعِ فقر و دانش: ایک ضرورت ایک غنیمت	61
11	سیف الملوک میں قرآنی تلمیحات	65

گوجری کے لسانی وادبی مطالعے

گندھاراہندکو بورڈ پاکستان، پشوراپڑے قیام سی لے کے مسلسل کوششاں کردا پیا وے کہ ہندکو زبان، ادب، ثقافت، تحقیق تے معاشرت دے حوالےنُوں ترقی دے سب پہلوواں نُوں سمیٹدے ہویے کامیابی دیاں پوڑیاں چڑھدے رہیوے۔ جدوجہد دا ایہہ کم اس لحاظ نال مشکل رہیا وے کہ صوبے اِچ اس کم وسے موافق فضاء میسر نی رئی۔ صوبے دی دوئی وڈی زبان ہونڑے دے باوجود ہندکو زبان وادب دی ترقی وسے کوئی ہندکو اکیڈمی، ہندکو سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، ہندکو ادبی بورڈ یا ہندکو ڈکشنری پراجیکٹ نی بنڑ سکے۔ ہندکو زبان وادب دی ترقی دے حوالے نال جیہڑا بی کم کیتا گیا اوہ لوکاں نے ذاتی حیثیت نال کیتا تے اپڑے ذاتی وسائل استعمال کر کے اپڑی ادبی، علمی کاوشاں نُوں چھپائی دے مراحل طے کر کے کتابی صورت اِچ لیا کے قارئین دے مطالعے وسے فراہم کیتا۔ ان سب مشکلات دے باوجود ایہہ بی اپڑی جگہ حقیقت اے کہ درجناں نئیں بلکہ سینکڑاں کتاباں چھاپی گیاں۔

گندھاراہندکو بورڈ دا قیام 1993ء اِچ ہویا۔ اپڑے قیام دے مقصداں نُوں سامنڑے رکھدے ہویے اس بورڈ نے ہندکو زبان، ادب، ثقافت، علم، تحقیق دے کام نُوں مربوط طریقے نال اگے ودھایا تے اس ترقی دے عمل دے نال نال ایہہ بی کوشش کیتی کہ اِنہاں تحریراں نُوں کتابی صورت اِچ چھاپا جاوے۔ بورڈ دی کوششاں نال گندھاراہندکو اکیڈمی دا قیام ممکن ہویا تے گندھاراہندکو اکیڈمی 2015ء سی ہندکو دے فروغ وسے کم کردی پئی اے۔

ہندکووان بڑے فراخدل واقع ہوئے ون اوہ ناصرف آپڑی مادری زبان ہندکو نال پیار کردین بلکہ صوبے اِچ بولی جانڑے ولی دیگر سب زباناں نال بی پیار تے محبت کردے ون تے اُسی پیار ومحبت دے حوالے نال گندھاراہندکو بورڈ تے گندھاراہندکو اکیڈمی ناصرف ہندکو دیاں کتاباں چھاپڑیں دا اہتمام کردی پئی اے بلکہ دوئی زباناں دی اوہ کتب بی شائع کیتی جاندیاں جنہاں دا تعلق ہندکو ادب، ثقافت تے معاشرت نال اے۔ اس دے علاوہ ایہہ گہل بی قابلِ ذکر اے کہ ایہہ بورڈ تے اکیڈمی ہندکو دے علاوہ صوبے اِچ بولی جانڑے والیاں دیگر زباناں دی کتب تے رسائل بی شائع کردی پئی اے۔ خاص کر صوبے دی اُنہاں زباناں تے زیادہ توجہ دتی جاندی پئی اے جیہڑی ہندکو دی طرح سرکاری سرپرستی سے محروم رئیاں ون۔

میرا پروفیسر نذیر مسکین صیب نال تعارف نی ایا نہ ای میں اُنہاں نال ملا ایاں۔ اُنہاں نے ہک واری فون تے بتایا کہ اوہ گوجری افسانہ نگار تے محقق اُن۔ مِنُوں بڑی خوشی ہوئی کہ اوہ گوجری زبان تے کم پئے کردین۔ اگلے ای لمحے اُنہاں نے مِنُوں کہیا کہ اُنہاں دی خواہش اے کہ اُنہاں دیاں کتاباں گندھاراہندکو اکیڈمی چھاپ دیوے تے منے فوراً حامی بھرلتی تے اُنہاں نُوں کہیا کہ اوہ آپڑی کتاباں سافٹ فارمیٹ اُچ مِنُوں بھیج دیون۔ اُنہاں دی ''گوجری کے لسانی وادبی مطالعے'' دے حوالے نال مضامین تے مشتمل کتاب گندھاراہندکو اکیڈمی دے تحت چھپ کے تواڈے ملاحظے وسے حاضر اے۔

محمد ضیاء الدین

جنرل سیکریٹری، گندھاراہندکو بورڈ پاکستان، پشور

گوجری: ایک تعارف

گوجری ہند آریائی زبان ہے۔سنسکرت کی سخت لسانی پالیسی یعنی برہمنوں کے ہاں مقید ہونے کی وجہ سے عوامی بولیاں سنسکرت سے رفتہ رفتہ الگ ہوگئیں۔ان کو پراکرت کہا جاتا ہے۔ان کا دور ۵۰۰ ق م سے ۷۰۰ء کے لگ بھگ ہے۔یہ پراکرتیں اپنے بعد کے دور میں اپ بھرنش کہلائیں۔مختلف علاقوں کی اپ بھرنشوں کے نام بھی مختلف ہوتے گئے۔ان میں سب سے بڑی اپ بھرنش شورسینی تھی۔اسکی حدیں دوسری اپ بھرنشوں سے ملتی تھیں۔اس نے دوسری اپ بھرنشوں کو بھی ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔۷۰۰ء سے ۱۰۰۰ء کے درمیان غالباً شورسینی اپ بھرنش ہی برصغیر کی لنگوا فرینکا تھی۔چونکہ ہندوستان کی ریاستیں مختلف حکمرانوں اور قبائل کے زیرنگیں تھیں۔اس لئے ان مختلف علاقوں یا ریاستوں میں بولی جانے والی اپ بھرنشائیں اور ان کے لہجے بھی مختلف ناموں سے پکارے جانے لگے۔ہندوستان کے جن علاقوں (خصوصاً گجرات) پر گُجر حکمران تھے وہاں کی اپ بھرنش گوجری کہلائی۔اس قوم کیلئے تاریخ عالم میں مختلف نام استعمال ہوتے رہے ہیں، مثلاً: گوجر، گجر، گرجر اور گرجار وغیرہ۔عرب مورخین نے اس قوم کو ''الجزر'' لکھا ہے۔گوجری زبان کا تذکرہ گوجر قوم کی تاریخ کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔(راقم کے نزدیک زبان کے لیے ''گوجری''، قبیلہ معنوں میں ''گُجر'' درست املا ہے۔زبان کے لیے ''گُجری'' کا املا درست نہیں کیونکہ یہ گُجر کی تانیث ہے۔)

لسانی اشتراک اور روابط کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجابی اور گوجری کا ماخذ ایک ہی ہے۔اگر ماہرین کے اس نظریہ سے کہ پنجابی پالی کی شاخ پشاچی اپ بھرنش سے نکلی ہے، اختلاف کیا جائے تو یقیناً پنجابی اور گوجری کا ماخذ ایک ہی اپ بھرنش ٹھہرے گی۔اسی قربت اور لسانی اشتراک کی وجہ سے کچھ ماہرین کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ گوجری پنجابی کی ایک بولی یا علاقائی لہجہ ہے۔حالانکہ آغاز و ارتقا اور لسانی جغرافیے کے لحاظ سے دونوں زبانیں الگ الگ ہیں، ان کا اپنا مزاج اور ثقافتی و مکانی

کینوس ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کہ دونوں زبانیں آپس میں گہرا لسانی اشتراک رکھتی ہیں۔گریرسن ،سینتی کمار چڑ جی، ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ، ڈاکٹر مسعود حسین خان، ڈاکٹر شوکت سبز واری اور پروفیسر اے ایم گھٹا کے سب نے ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہوئے جدید ہند آریائی زبانوں کی گروہ بندی کی ہے۔لیکن ان سب نے پنجابی ، گوجری اور راجستھانی کو ایک ہی زمرے میں رکھا ہے۔اس کے باوجود ان لوگوں سے قطعی اتفاق نہیں کیا جا سکتا جو گوجری کو پنجابی کی بولی یا لہجہ قرار دیتے ہیں۔پنجابی کا لسانی جغرافیہ ایک ہی ہے یعنی یہ باہم متصل علاقوں میں بولی جاتی ہے۔گوجری اس لحاظ سے بہت منفرد زبان ہے کہ یہ ایک ہی علاقے میں مقید نہیں بلکہ جہاں بھی گُجر ہیں وہاں یہ زبان بولی جاتی ہے، مثلاً: سوات اور پونچھ میں جغرافیائی اتصال نہیں۔اسی طرح چترال اور جموں میں کتنا مکانی بُعد ہے۔افغانستان اور راجستھان میں کتنا جغرافیائی فرق اور فاصلہ ہے۔اگر گوجری پنجابی کی بولی ہے تو پھر یہ اتنے دور دور اور مختلف علاقوں میں بغیر کسی جغرافیائی اتصال کے اپنے اصل ثقافتی رنگ اور لسانی مزاج کے ساتھ کیوں بولی جاتی ہے۔پھر جس دور میں پنجابی کا آغاز ہو رہا تھا اور ماہرین ایک طرف مسعود سعد سلمان کے کلام کو اردو کا ابتدائی روپ کہتے ہیں اور دوسری طرف پنجابی والے اسے پنجابی کا قدیم ترین رنگ قرار دیتے ہیں۔اس دور میں گوجری گجرات تو گجرات خود دلّی میں بالکل آج کی زبان کی طرح بولی جاتی تھی۔امیر خسروؒ نے دودھ دہی بیچنے والی گُجریوں کی گوجری زبان اپنے فارسی اشعار میں نقل کی ہے جو بالکل آج کی گوجری زبان ہے۔

گجری تو کہ در حسن و لطافت چو مہی\
آں دیگ دہی بر سر تو چتر شہی\
از ہر دو لبت قند و شکر\
میریزد ہر گاہ کہ ''دہی لیو دہی''

اتنی قدیم زبان کو پنجابی زبان کا لہجہ یا بولی قرار دینا معلوم نہیں کس لسانی مغالطے کا نتیجہ ہے۔

جہاں تک گوجری اور اردو کے لسانی اشتراک کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اردو ادب اور زبان کے مورخین بھی دبے لفظوں میں کہہ چکے ہیں کہ اردو گوجری کا ایک ترقی یافتہ مفرس و معرب روپ ہے۔چودھری اشرف ایڈووکیٹ نے ''اردو کی خالق: گوجری زبان'' میں اسی (۸۰) سے زائد مغربی

اور مشرقی ماہرین لسانیات کی تحقیقی کتب کے حوالوں کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ اردو گوجری کی بیٹی ہے۔ راجستھانی، مارواڑی اور میواتی گوجری کے مختلف روپ ہیں اور علاقائی ناموں سے مشہور ہیں۔

گجرات میں گوجری زبان کو سرکاری سرپرستی اور اس دور کے عظیم قلم کاروں نے عروج پر پہنچایا۔ گوجری میں صوفیا نے اپنے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ اس دور کے اہم شعراء اور ادبا میں سید نور دین محمد عرف ست گرو (م۱۰۹۴ء) ، شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م۹۴۵ھ)، شاہ برہان الدین جانم (م۹۹۰ھ)، قاضی محمود دریائی (م۱۵۳۴ء)، شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م۱۵۶۵ء)، میاں مصطفیٰ (م۱۵۷۶ء)، شیخ محمد امین، شیخ خوب محمد چشتی اور مظفر خان شامل ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول گجرات میں خالص دیسی ادبی روایت پروان چڑھی۔ یہاں سنسکرت اور عربی و فارسی کی ادبی روایات سے ہٹ کر خالصتاً اپنی دیسی روایت کو فروغ دیا گیا۔ گوجری کے مندرجہ بالا جن شعراء وادبا کا ذکر ہوا ہے انھوں نے اپنے اپنے کلام میں اپنی زبان کو گوجری قرار دیا ہے۔ اردو ادب کے کچھ مورخین کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ گوجری اردو ہی کا گجرات کی نسبت سے علاقائی نام ہے۔ اگر ان کی یہ بات مان لی جائے تو پھر دکن والے لوگ اپنی زبان کو گجری کیوں کہتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر علاقوں میں اس وقت گوجری بولی جاتی تھی۔ اسی لیے گہرے لسانی شعور والے قلم کار اسے گوجری ہی کہتے تھے قطع نظر اس کے کہ وہ کس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

جنوبی ہند اور گجرات میں گوجری کلچر عروج کے بعد روبہ زوال تھا جب مغل بادشاہ اکبر نے 1572ء میں گجرات پر حملہ کیا۔ اس لیے کچھ زیادہ مزاحمت نہ ہوئی اس طرح گجرات مغل ہند کا حصہ بن گیا۔ چونکہ اقتدار گجر قوم سے چھینا گیا تھا۔ اس لیے مغل بادشاہ کے بدترین انتقام کا نشانہ بننے والی قوم بھی یہی تھی۔ انسانی تاریخ شاہد ہے کہ فاتح مفتوح کی ہرنشانی مٹا دیتا ہے۔ یہی انسانی نفسیات گجرات میں بھی متحرک ہوئی اور اکبر نے گُجر قوم، گوجری زبان اور گوجری کلچر سب کچھ مٹا دیا یا کم از کم صدیوں پیچھے دھکیل دیا۔ گجر قوم پر یہ عہد، عہدِ ستم ٹھہرا۔ لوگ بھاگ کر برصغیر کے مختلف علاقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ گوجری پر فارسی کو مسلط کر دیا گیا۔ عربی فارسی ادبی مزاج کے پیچھے چونکہ ایک بد مست شہنشاہ تھا اس لیے اسے بہت جلد فروغ حاصل ہوا۔

اس دور میں گوجری جاننے والوں کی وہی حیثیت رہ گئی تھی جو انگریزوں کے دور میں صرف اردو جاننے والوں کی تھی ۔ گوجری لکھنے والے اکثر دکن میں ہجرت کر گئے ۔ فارسی عربی زبان اور گجرات کی گوجری کے اس ملاپ سے گوجری زبان کے تحریری اور درباری لہجے اور مزاج میں ایک نیا رنگ آیا۔ یہاں سے لکھی اور دربار میں بولی جانے والی گوجری اور گجرات کے عوام اور ہجرت کر جانے والے لوگوں کی زبان میں خاصا فرق آ گیا۔ جو لوگ گجرات سے دکن یا ہمالیہ کے پہاڑوں کی طرف ہجرت کر گئے وہ وہی قدیم خالص دیسی گوجری بولنے لگے لیکن خود گجرات کے اندر مغلیہ کلچر کے زیر اثر لکھی جانے والی زبان یا دربار میں بولی جانے والی زبان پہلی گوجری سے مختلف ہوتی گئی اور اس میں فارسی وعربی کا لسانی مزاج اور ادبی روایات شامل ہوگئیں۔قلم وقرطاس اور دربار کی یہ زبان ڈھل نکھر کر آنے والے دور میں ''اردو'' کہلائی جبکہ گجرات کی وہ پرانی گوجری وہاں سے انتقام کے ڈر سے بھاگ جانے والے لوگوں کے پاس موجود رہی ۔ یہ لوگ زیادہ تر ہما چل پر دیس، جموں کشمیر، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور گجرات سے متصل دوسرے علاقوں میں چلے گئے ۔ یہ لوگ اپنی زبان اور ثقافت بچانے کے لیے اور اکبر کے ظلم سے بچنے کے لئے مذکورہ علاقوں میں آ گئے لیکن ان کی زبان تحریر سے محروم ہوگئی ۔یعنی لسانی خلا کا تصور تو نہیں کیا جا سکتا مگر گوجری سقوطِ گجرات کے بعد بیسویں صدی کے آغاز تک قلم وقرطاس سے نا آشنا رہی ۔ گوجری ان صدیوں میں فقط بولی جانے والی زبان رہی ۔اس کا ادب لوک ادب تک ہی محدود رہا اور سینہ بہ سینہ چلتا رہا۔ گویا گوجری پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتی رہی اور اس کے پہلو سے نکلنے والی اردو دربار اور پختہ تخلیقی اظہار کی زبان بن گئی ۔اکبر کے گجرات پر حملہ کے بعد جو لوگ دکن وغیرہ گئے یا جو گجر پنجاب میں بس گئے وہ آہستہ آہستہ گوجری زبان سے محروم ہوتے گئے اور وہاں کی زبان ہی اختیار کرتے گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ دکن یا پنجاب کے گُجر اب گوجری نہیں بولتے ۔ان لوگوں نے ان علاقوں کے ماحول اور ثقافت سے خاموش سمجھوتہ کرلیا اور وہاں کا کلچر اختیار کرلیا۔ کچھ لوگوں نے انتقام سے بچنے کے لیے اپنی شناخت بھی چھپانا شروع کی ۔

۱۸۵۷ء کے بعد خود مغل بھی اسی الم سے گزرے جب انگریزوں نے انھیں چن چن کر قتل کیا۔مغلوں نے فرنگی انتقام سے بچنے کے لیے خود کو مغل کہلانا چھوڑ دیا تھا۔شاید تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا ہو۔ گجروں کے بارے میں ایسے نفسیاتی حربوں سے کام لیا گیا کہ خود گُجر اپنی زبان، ثقافت اور